ماوردی، حیات اور کارنامے

احمد حسن، ریسرچ اسکالر، شعبۂ تاریخ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

ماوردی کی شخصیت یوں تو تعارف کی محتاج نہیں۔ تاہم اس کی حیات، تصنیفات اور سیاسی کارناموں پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ اختر قاضی احمد میاں کا ایسا واحد مضمون ہے جس میں اس کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر ڈالی گئی ہے۔ اور تصنیفات کے ضمن میں محض نام گنا دینا ہی کافی سمجھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ہارون خاں شروانی، قمر الدین خاں اور سر۔ ایچ۔ آر۔ گِب کا مطالعہ ماوردی کی سیاسی تصنیفات تک محدود ہے۔ موجودہ مقالہ میں اس کی حیات پر ایک مختصر اور تصنیفات پر ایک مفصل تبصرہ کیا جائے گا۔ جس کی ضرورت ہر مورخ و محقق کو اس وقت پڑتی ہے جب وہ کسی کے نظریات پر کچھ کہنا یا لکھنا چاہتا ہے۔

ماوردی کا پورا نام ابوالحسن علی بن حبیب تھا۔ اس کی پیدائش ۳۶۴ھ قمری مطابق ۹۷۴ عیسوی میں بمقام بصرہ ہوئی اور وفات ۴۵۰ھ قمری مطابق ۱۰۵۸ عیسوی میں بغداد میں ہوئی۔[1] بصرہ ان دنوں علم و ادب کا گہوارہ تھا۔ اور اسی لئے ماوردی کو اپنی علمی صلاحیت کے پروان چڑھانے کے مناسب مواقع فراہم ہوئے۔ ابتدا میں اس نے خود کو معلم کے پیشہ کے لئے تیار کیا۔ لیکن بعد میں

اپنی لیاقت اور شہرت کے سبب قضا کے عہدہ پر مامور ہوا۔ اور اس کے بعد اس زمانے کے مشہور استادِ بصرہ ابو القاسم سمیری کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا بعد کو وہ اسی سلسلے میں بغداد چلا آیا۔ جہاں اس نے مشہور علماء سے استفادہ کیا۔ جن میں ابو الخلیفہ ابو الجماحی اور حسن جیلی کا نام سرفہرست ہے۔ جن سے اس نے علم و حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ ان کے علاوہ اور بہت سے اساتذہ سے بھی اس نے علم حاصل کیا۔ جن کی تعلیم و تربیت نے اس کی صلاحیتوں کو ابھارا اور ذہن پر اپنے نقوش چھوڑے۔[۲]

اس نے اپنی عملی زندگی قانون اور فقہ کے استاد کی حیثیت سے بصرہ میں شروع کی۔ اور بعد میں بغداد منتقل ہو گیا۔

عباسی خلیفہ القادر باللہ نے ۴۲۹ھ میں بمقام بغداد ایک کانفرنس کا اہتمام کیا تاکہ سلطنت کے لئے ایک دستور تیار کیا جا سکے۔ ماوردی کی شہرت اس زمانے میں ایک شافعی فقیہ کی حیثیت سے کافی بڑھ چکی تھی۔ چنانچہ ماوردی کو شافعی مکتب فکر کی نمائندگی کے لئے مدعو کیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں اس نے اپنی مشہور تصنیف کتاب الاقناع القدوری نے حنفی مکتب فکر کی روشنی میں اپنی معروف کتاب المختصر ترتیب دی۔[۳]

یہ کانفرنس اس کی زندگی میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی کے سبب خلیفہ مقتدی نے ماوردی کو قاضی کے عہدہ پر فائز کیا۔ اور یہ خدمت اس نے استوا، بصرہ، بغداد اور دیگر شہروں میں انجام دی۔ خلیفہ مقتدی اور القائم نے ماوردی کو ایک بہترین سیاسی آلۂ کار تصور کیا، جو ہمہ وقت برسرپیکار شخصیات

---

[۲] شجرات الذہب۔ جلد ۳۔ صفحہ ۲۸۶۔

[۳] الیعقوب۔

اور جماعتوں کے درمیان مفاہمت کے لئے موجود تھا۔ چنانچہ اس کو خوش کرنے کے لئے قائم نے قاضی القضاۃ کے لقب سے سرفراز کیا۔ چند ظاہری اسباب کی بنا پر اس نے اس لقب کو اختیار کرنے سے انکار کر دیا۔ تاہم اس کی زندگی کے آخر تک یہ لقب اس کے نام سے وابستہ رہا۔ اور ماوردی خلیفہ القائم کے تمام مقاصد کو بخوبی انجام دیتا رہا[۵۹]

معز الدولہ کا زمانہ فرقہ وارانہ فسادات، گروہی اور ذاتی مفادات اور اقتصادی بدحالی کے لئے یاد کیا جاتا ہے۔ عضد الدولہ کا دور خلافت بغداد کے دوبارہ اتحاد کے لحاظ سے قابل ذکر ہے۔ بہار الدولہ سنی خلیفہ، وزرار اور دیگر افسران کو برطرف کرنے میں قطعاً نہیں جھجکتا تھا۔ جلال الدولہ اور شرف الدولہ کا کام آپسی جنگیں اور بھاری بھرکم القاب کی حصولی تک محدود تھا۔ ملک الرحیم اور ابو کالیجار اسماعیلی عقائد میں زیادہ دلچسپی لینے لگے۔ اور خود بھی اس عقیدے سے منسلک ہو گئے اور ان کی فوج کی قوت کا یہ عالم تھا کہ خود اپنے مقرر کردہ عمید الجیوش کی طاقت کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اور وہ جس طرح چاہتا بغداد کا نظم ونسق چلاتا۔

مصر میں فاطمیوں کا عروج، ہمدان، حلب اور دمشق میں ہمدانی، اندلس میں حشام بن حکم بن رحمان اور منصور بن عامر کا فساد اور عامر کی فتح وغیرہ کی صورت حال میں ماوردی کے پاس مثالی حکومت کا وجود باقی نہ رہ گیا تھا۔ بالآخر اس کی نظر انتخاب خود اپنی ہی حکومت پر پڑی جس کو اس نے اپنے سیاسی افکار کی تشکیل اور تکمیل کے لئے نمونہ بنایا۔

ماوردی کے ذہن کو لازماً یہ بات کھٹکتی رہی ہوگی کہ ایک سنی خلیفہ جو اپنے آپ

---

[۵۹] ایضاً۔

کو مالکِ کل اور امیر المومنین سمجھتا ہو خانۂ کعبہ کی حفاظت نہ کر سکے ۔ اور یہ عظیم کارنامہ اس کو آل بویہ کی مدد سے انجام دینا پڑے اور اس فساد میں دونوں جانب سے درحقیقت آل بویہ اور فاطمی حکومتیں برسرِ پیکار رہیں[۵]

آل بویہ اور فاطمیوں کی بیک وقت سیاسی برتری اور عروج محض ایک تاریخی واقعہ نہیں بلکہ اس نے عباسی خلافت پر اپنے نمایاں اثرات چھوڑے ہیں ۔ دونوں بااختیار قوتوں کے درمیان قاصدوں کی آمد و رفت بھی سیاسی اہمیت کی حامل ہے ۔ اس کے نتیجے میں ایک طرف ابو کالی جار اور اس کی فوج کی ایک بہت بڑی تعداد میں اسماعیلیوں کا اثر و رسوخ اور مذہبی عقیدہ زور پکڑ رہا تھا ۔ تو دوسری جانب البساسیری کی قیادت میں عباسی خلفاء کا انحطاط ناقابلِ بیان حد تک پہنچ گیا ۔ اور نتیجتاً فاطمی خلیفہ العزیز کی بڑھائی ہوئی دوستی [illegible] حد تک رنگ لائی کہ بغداد کے منبروں سے عباسی خلیفہ کے بجائے فاطمی خلیفہ کا خطبہ [illegible]ء میں جاری کر دیا گیا ۔ اور خلیفہ القائم تمام عناصرِ حکومت کے ساتھ محصور کر کے فاطمی خلیفہ کی تحویل کے لئے روانہ کیا گیا ۔

عباسی خلفاء کی ابتری اس عالم کو پہونچی کہ عباسی خلفاء نے تین وقت نوبت بجانے اور خطبہ میں اس کا نام شامل کرنے کو تسلیم کر لیا ۔ یہ وہ مراعات تھیں جو آج تک خلفاء کے سوا کسی اور کو حاصل نہ تھیں[۶] ۔ عز الدولہ کی موت کے بعد نہ تو عباسی خلفاء اور نہ دیلمی امیر اس قابل رہے تھے کہ وہ اپنی حکومت کے مسلم باشندوں کو فریضۂ حج کی آسانی بہم پہونچا سکیں ۔ بلکہ ۹۸۳ء سے ۹۹۱ء تک بغداد کی حکومت کا کوئی بھی باشندہ حج نہ کر سکا ۔ اس لئے کہ اس دوران خانۂ کعبہ پر فاطمیوں کا

---

۵ ابن مسکویہ تجارب الامم جلد ۲ ۔ صفحہ ۲ ـ ۴۰۱ ۔

۶ ایضاً صفحہ ۷ ـ ۳۹۶ ـ ابن الجوزی ، المنتظم جلد ۷ صفحہ ۹۲ ۔

قبضہ رہا۔[۸] اس کے علاوہ ایک زمانہ ایسا بھی گزرا جبکہ بہت بڑے حصے میں عباسی خلیفہ القادر باللہ کا خطبہ میں نام بھی شامل نہ رہا۔ یہ سلسلہ قیراوش، موصل، عنبر، قصر اور مدائن کے علاقوں میں تقریباً ۱۰ برس تک جاری رہا۔ بہاء الدولہ نے اس سلسلے میں عباسی خلیفہ کی کافی مدد کی اور اپنے بغداد کے عمید الجیوش کو ایک لاکھ دینار منظور کر کے قیرواش پر فوج کشی کا حکم دیا۔ لیکن وہاں کے حکمرانوں نے بغیر جنگ معذرت کر لی اور خلیفہ القادر کا خطبہ پڑھوایا۔

اس قسم کی تمام سیاسی سرگرمیوں سے ماوردی خود کو محفوظ نہ رکھ سکا۔ اور القائم کے زمانے میں اس کو عملاً سیاست میں داخل ہونا پڑا۔ القائم کی تخت نشینی کے وقت ابو کالی جار کو اس امر کے لئے تیار کیا۔ اور ماوردی نے خود القائم کے نام کا خطبہ ابو کالی جار کی حکومت میں پڑھا۔ اس کے علاوہ اس کو ایک مرتبہ جلال الدولہ اور عباسی خلیفہ کے درمیان اختلافات ختم کرنے کے لئے بھی جانا پڑا مگر ناکام ہوا۔[۹] یہ معاملہ شاید القاب سے متعلق تھا جو آخر تک حل نہ ہو سکا۔ ماوردی نے ملک الملوک الاعظم کا لقب جلال الدولہ کو عطا کروانے میں کافی حد تک جلال کا ساتھ دیا لیکن وہ اس پر اکتفا نہ کر سکا وہ فاطمیوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روکنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ اور نہ ہی وہ باطنیوں کے زور کو کم کر سکا۔ اس لئے ماوردی نے ایک فتویٰ کے ذریعہ لقب شہنشاہ جو اس وقت جلال الدولہ کو المقتدی کی جانب سے عطا ہوا تھا۔ قطعاً نامنظور کر دیا۔[۱۰] جس سے ماوردی اور جلال الدولہ کے

۸۔ ایضاً صفحہ ۱۴۱ ۔ ماوردی۔ ادب الوزیر۔ صفحہ و۔ ز۔

۹۔ الیعقوب معجم الادباء جلد ۵۔ صفحہ ۸۔ ۴۰۷۔

۱۰۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد ۳ ص ۴۱۶۔

تعلقات خراب ہو گئے۔

اس سیاسی انتشار و انحطاط میں ماوردی نے اپنی زندگی گزاری اور اسی افراط و تفریط میں اس نے نظام مملکت اور علم سیاسیات پر اظہار رائے کیا۔ جس میں ایک طرف تو اس کو عملی حکمران کا خیال رکھنا تھا۔ تو دوسری جانب اس کو نام نہاد سربراہ مملکت کی برتری کے دعوے ملحوظ خاطر رکھنے تھے۔ ایسی صورت حال میں ایک حقیقت پسند مؤرخ و مفکر سے بھی غیر جانبداری کے معاملہ میں لغزش کے کافی امکانات رہتے ہیں اور اس پر کسی سے دوستی یا دشمنی کا الزام لگانا محض ایک زیادتی معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنے ماحول، سیاسی ابتری، معاشی، معاشرتی حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا اس کی تحریر میں طنز یا افسوس کا پہلو بھی نظر آسکتا ہے۔

تصانیف : علم وفن کے میدان میں ماوردی نے مختلف علوم پر اپنا اظہار خیال کیا جس میں علم سیاسیات، مذہبی علوم، اخلاقیات اور صرف ونحو شامل ہیں۔ ذیل میں ہم اس کی تصانیف کا بالعموم اور علم سیاسیات سے متعلق کتب کا بالخصوص تجزیہ پیش کریں گے۔

مذہبی علوم : تفسیر القرآن[لله] اس کا اصل نام نکتہ والعیون ہے اور جس کا اصل نسخہ فارس میں مکتبہ القروین اور علی قلیج خاں رامپور کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ گو ماوردی ایک کٹر شافعی تھا۔ لیکن اس کی تفسیر میں ایسی تشریحات موجود ہیں جو خالص عقلیت پر مبنی ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جس کے سبب ماوردی پر معتزلہ ہونے کا الزام بھی لگایا گیا۔ ابن صلاح اور سبکی کا ماوردی کے بارے میں یہی خیال ہے۔ وہ خلق قرآن creation کے معاملہ میں معتزلہ سے اختلاف کرتا تھا۔ لیکن قضا و قدر

لله وفیات الاعیان۔ جلد ۲۔ صفحہ ۴۴۴۔

کے معاملہ میں وہ ان کے ساتھ تھا۔

کتاب الاقناع : یہی وہ کتاب ہے جو ماوردی کی کتابوں میں سب سے پہلے منظر عام پر آئی اور یہ کتاب القادر۔ باللہ کی بلائی ہوئی کانفرنس کا نتیجہ تھی۔ یہ کتاب دراصل کتاب الحاوی والکبیر کی تلخیص ہے۔ الحاوی بیس جلدوں پر مشتمل ہے اور مصر میں موجود ہے[۱۲]

کتاب الاعلام والنبوۃ : اس کتاب کا اصل نسخہ کتب خانہ مصر میں موجود ہے۔ اور وہاں سے شائع ہو چکی ہے۔

اخلاقیات اور قواعد

کتاب کمال الامثال والحکمیہ : یہ کتاب تین[۳۰۰] سو اقوال، تین[۳۰۰] سو حدیث اور تین[۳۰۰] سو اشعار کا مجموعہ ہے۔

کتاب بغیۃ العلیا : معروف بہ ادب الدنیا والدین اس کتاب کو قاہرہ سے مصطفیٰ الصعۃ نے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ جن کا تعلق عقل، اخلاق، نفس دین، اور دنیا داری سے ہے۔ یہ بنی نوع انسان کے لئے عام زندگی کی ایک بہترین رہنما کتاب ہو سکتی ہے۔

کتاب فی نحو : قواعد کی کتابوں میں ماوردی کی تصنیف کردہ نحو سے متعلق کتاب کافی مشہور ہوئی۔ اور اس سے کافی لوگ مستفید ہوئے۔ یاقوت ابو علی فارسی نے مختلف صفحات پر اپنے تاثرات اور نوٹ وغیرہ بھی لکھے ہیں۔ اس کا اصل نسخہ مصر میں اب بھی موجود ہے۔

---

[۱۲] ادب الوزیر : صفحہ ح۔

کتاب فی الصرف : یہ نحو کی طرح قواعد کی ایک کتاب ہے اور اس کتاب کی مزید تفصیلات فی الحال معلوم نہیں اس کا تذکرہ صرف ادب الدنیا والدین میں ملتا ہے۔

علم سیاسیات : ماوردی نے ۴۲۹ھ کے بعد سے خود کو عباسی حکمرانوں کی خوشحالی کے لئے پورے طور سے وقف کر دیا۔ تقریباً بیس برس تک روز روز کی طاقت آزمائی میں عملی طور سے عباسیوں کا ساتھ دیا اور علمی طور سے اس حکومت اور قوم کی خدمت کی۔ وہ ایک افسر مملکت ہونے کے سبب تمام طرح کی کمزوریوں اور نشیب و فراز سے واقف تھا۔ لہٰذا سیاسیات سے متعلق اس نے ایسے نادر نمونے چھوڑے ہیں جو نہ صرف اس زمانے میں بلکہ آج بھی سودمند اور قابل عمل نظر آتے ہیں۔

الاحکام السلطانیہ : ابن خلیکان کا خیال ہے کہ ماوردی کی کوئی تصنیف منظرعام پر نہیں آئی۔ لیکن قمرالدین خاں کو اس خیال سے اتفاق نہیں۔ قمرالدین خاں کے خیال میں ماوردی کی تصنیف الاحکام السلطانیہ اس کی حیات ہی میں منظرعام پر آچکی تھی۔ دلیل یہ ہے کہ ابویعلیٰ ابن فرح کی کتاب الاحکام السلطانیہ کے بلیشتر مضامین حتیٰ کہ زبان بھی ماوردی کی الاحکام سے مماثلت رکھتی ہے۔ بہتر یہ کہ ماوردی اور ابویعلیٰ کے درمیان آپسی تعلقات بھی نہ تھے۔ ان دونوں کی زبان و مضامین میں اس درجہ یکسانیت کیسے ممکن ہوئی؟ مذکورہ دلائل میں ابویعلیٰ اور ماوردی کے درمیان یہ بات تو درست ہے کہ دونوں تصانیف کے مضامین ہیں لیکن یہ کہنا کہ ابویعلیٰ اور ماوردی کے درمیان آپسی تعلقات نہیں تھے۔ اور زبان بھی کافی حد تک ملتی جلتی ہے۔ قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا۔ سبب یہ ہے کہ ابویعلیٰ اور ماوردی ایک ہی زمانے میں بغداد میں موجود تھے۔ ایک قاضی القضاۃ تھا۔

اور دوسرا قاضی الحریم۔ ایسی صورت میں دونوں کے درمیان تعلقات بہرحال رہے ہوں گے۔ ابویعلیٰ کی موت ماوردی کے تقریباً اٹھارہ سال بعد ہوئی۔ ممکن ہے ماوردی کے الاحکام سے اس کی موت کے بعد ابویعلیٰ نے استفادہ کیا ہو۔ زبان میں مماثلت صرف اس حد تک پائی جاتی ہے جس حد تک کہ ہمعصر ادب میں ممکن ہے۔

اس کتاب میں ماوردی نے اقتدار اعلیٰ امام سے منسوب کیا ہے۔ امام کے علاوہ حکومت کے دیگر افسران سے متعلق رہنما خطوط بھی موجود ہیں جن میں وزیر، امیر، قاضی، نقیب وغیرہ شامل ہیں۔ الفارابی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ماوردی نے امام کے انتخاب کو جائز اور لازم قرار دیا۔ چنانچہ وہ ایک ایسے مقام پر پہنچتا ہے جہاں یہ کہنے پر مجبور ہے کہ امام کے انتخاب کے لئے محض ایک آواز کافی ہے۔ اور اس طرح اس نے عباسی خلفاء کے طریقۂ جانشینی کو جائز قرار دیا۔ نیز یہ کہ حکمرانی خاندان قریش تک جن میں عباسی بھی شامل ہیں۔ محدود کر کے اس نے اس دلیل کو مزید استحکام بخشا۔[۱۴۳] ماوردی کے نزدیک امیر کی دو قسمیں۔ ایک امیر بالاستکفا اور دوسرا امیر بالاستیلا۔ جبکہ ابویعلیٰ امیروں کو تین درجوں میں تقسیم کرتا ہے۔ یعنی امیر خاص، استکفار، اور امیر بالاستیلا۔[۱۴۴]

ادب الوزیر: یہ کتاب شاید الاحکام کے بعد لکھی گئی تھی چونکہ امام کے بعد نسبتاً اہم ترین عہدہ وزیر کا تھا۔ اس لئے ماوردی نے اس پر اپنی توجہ مرکوز کی۔ الاحکام میں بھی وزیر پر خاصا مواد موجود ہے اور ان دونوں کا تقابلی مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ ادب الوزیر میں ان تمام دلائل کو مکرر بیان کیا گیا ہے جو الاحکام میں موجود ہیں۔

---

۱۴۳ ماوردی۔ الاحکام۔ صفحہ ۶۔

۱۴۴ ابویعلیٰ۔ الاحکام السلطانیہ۔ صفحہ ۱۸۔ ۱۵۔

ماوردی نے وزارت کے دو درجات بیان کئے ہیں۔ اور ان درجات کو اکثر مورخین اور مفکرین وزیر کی قسمیں سمجھتے ہیں۔ درحقیقت وزارت کا پہلا درجہ وہ ہے جس میں وزیر نظام حکومت اور فوجی نظام کے بیک وقت مالک تھے۔ اس کے ساتھ ذوالریاستین اور ذوالوزرتین جیسے القاب ان کے نام سے وابستہ تھے۔ اس درجہ کو وزارت تفویض کہا گیا ہے۔ دوسرا درجہ وزارت تفویض کے زوال پذیر ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ جس میں وزراء عملاً نہ تو فوجی انتظام اور نہ نظام حکومت کے مالک ہوتے تھے بلکہ ان کا کام محض ایک آفس کلرک کی طرح تھا اور اس کو عزت افزائی کی خاطر وزیر کے لقب سے سرفراز کر دیا جاتا تھا۔ تاکہ فوجی امراء عوام میں ان کے ذریعہ اپنا حکم نافذ کرا سکیں۔ اس قسم کے درجہ کو وزارت تنفیذ کہتے ہیں۔ یعنی اس کا کام صرف احکام کی بجا آوری تھا۔

ان دونوں کتابوں میں ماوردی نے اپنے دلائل قرآن و حدیث کی روشنی میں مستحکم طور پر پیش کئے ہیں۔ اور قرآن ہی کی روشنی میں اس نے لفظ وزیر کے معنی کی توضیح کی ہے۔ ادب الوزیر میں ہندوستانی کہاوتوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔ یہ بنیادی طور سے ایک مقدمہ اور تین دیگر مقالوں پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب خانجی پریس سے ازل عزیز امین الخانجی کے ذریعہ چھپ چکی ہے۔ ماوردی شاید پہلا شخص ہے جس کے حاکم و محکوم کے حقوق و فرائض کا تذکرہ کیا ہے۔

ادب القاضی : الاحکام ہی کی روشنی میں ادب الوزیر کی طرح ایک تصنیف ادب القاضی بھی موجود ہے۔ جس میں اس نے قاضی کے اختیارات کے فرائض، سزا، کاری گری وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کا اصل نسخہ قسطنطنیہ میں ہے۔

تسہیل النظر فی تعجیل الظفر : اس کتاب کا اصل نسخہ کتب خانہ غوطا میں موجود ہے اور شائع بھی ہو چکی ہے۔ باوجود اس کے کہ ماوردی کو میدان جنگ

کا کوئی تجربہ عملی طور سے نہ تھا۔ اس نے جنگ سے متعلق تمام امور پر تفصیلی بحث کی ہے۔ ان میں لائحہ عمل، ہتھیار، سپہ سالار، سامان اور سواری وغیرہ شامل ہیں۔ یہی وہ کتاب ہے جس کے پیش نظر فخر مدبر نے اپنی کتاب آداب الحرب والشجاعۃ فارسی زبان میں تصنیف کی۔

نصیحۃ الملوک : اس کتاب کی زیادہ تفصیل معلوم نہیں۔ ادب الدنیا والدین میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ اسی زمانے کے مشہور مفکر امام غزالی کے نام سے بھی اس نام کی ایک اور کتاب منسوب کی جاتی ہے جو موجودہ تحقیق کے مطابق جعلی ثابت ہو چکی ہے۔

مندرجہ بالا بیان کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ماوردی نہ صرف عملی طور سے ایک سیاست کار تھا بلکہ علمی طور پر بھی ایک کامیاب سیاسی مفکر تھا۔ اس کی سیاسی تصانیف کے مطالعے سے قبل اس زمانے کے حالات و واقعات کو پیشِ نظر رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ اس لئے کہ اس کی سیاسی تصانیف میں جو افکار ملتے ہیں اُن پر ان حالات و واقعات کی چھاپ موجود ہے۔ الاحکام اور اس کی دیگر سیاسی تصانیف کو علاحدہ علاحدہ پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ماوردی اپنے آخری دور میں عملی حکمرانوں کو اقتدارِ اعلیٰ کا مالکِ کُل سمجھنے لگا تھا۔ اس لئے کہ الاحکام میں اقتدارِ اعلیٰ امام سے منسوب ہے اور دیگر تصانیف میں وہ امام کے بجائے مَلِک کا لفظ استعمال کرتا ہے۔

مذہبی معاملات میں ماوردی کسی خاص عقیدے یا مسلک کا پابند نہیں تھا۔ وفیات میں یعقوب لکھتا ہے کہ ماوردی اپنے خیالات میں پکا اور سچا تھا۔ جس بات کو وہ خود مناسب سمجھتا بے خوف و خطر کہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کہیں معتزلہ نظر آتا ہے تو کہیں ان کا مخالف اس کی کتاب الحاوی اور النکت والعیون خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔